رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۰۴۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اک شعبۂ ایمان محبت ہے وطن کی
گھر بار خدا ہے وہ عزت ہے وطن کی
ہر قوم میں ہے جذبۂ ایثار اسی سے
بے فیض ہے جسکو نہیں الفت ہے وطن کی
(محسن کاکوروی)

[illegible]

کاکوری اخبار

پانزدہ روزہ

[illegible]

جلد ۹ | کاکوری، دوشنبہ یکم فروری ۴۳ء مطابق ۲۵ محرم ۶۲ھ | نمبر ۱۹

ادبیات

(غزل جناب منشی نورالدین صاحب کیفی مرحوم مغفور کاکوروی)

کس کس طرح نہ سر کو جھکایا اُٹھا کے ہاتھ
آیا مگر نہ باب اجابت دعا کے ہاتھ

غفلت ہے اور وصل کی شب ہے خطا معاف
گستاخ ہیں حضور مری التجا کے ہاتھ

اچھا یہ کہ جیتے جی ہم دل تو دے چکے
اب اسکا فیصلہ ہو تمہاری وفا کے ہاتھ

سر کو تمہارے پاؤں پہ رکھتا ہوں لئے جو
تجھے تو ہر حسین کو بھی کچھ اُٹھا کے ہاتھ

اے دل خدا کو مان نہ کوئے بتاں میں جا
نادان پڑ نہ جائے کسی بیوفا کے ہاتھ

عقبیٰ کی یاد بھولے ہیں دنیا کی فکر میں
دین جہان تباہ ہیں حرص و ہوا کے ہاتھ

جو قسمت سے باز نہ آؤ نہیں سبھی
انصاف لُٹ تو ہے ہمارا خدا کے ہاتھ

ابھی کسے خبر تھی وہ آئیں گے خواب میں
جاتی رہیگی دولت دیدار آ کے ہاتھ

اک ہے نہ دو لاکھوں ہیں دیکھے
دینے کیواسطے ہیں ہزاروں خدا کے ہاتھ

... سے پوچھئے تو یہی سیر خلد ہے
گلشن ہو اور ہاتھ میں ہو در ... کے ہاتھ

اتنا تو جذب شوق انھیں بیقرار کر
مر سے گئے ہیں آپ وہ ڈالیں بڑھا کے ہاتھ

کیا بخت ہے کہ موت بھی آ کے ٹل گئی
رہ رہ گیا رقیب پہ قاتل اُٹھا کے ہاتھ

گلچیں نے کر باغبان ازل ہم کو خار دے
راضی ہیں ہم اسی پہ جو دیدے اُٹھا کے ہاتھ

دامن بچھا ہے بازئیے بالقطع سب گجھے
پھر تنگ نہیں ضرور ہیں قابل سزا کے ہاتھ

بکھرے جو بال رخ پہ تو حسن اور بھی بڑھا
دونا ہوا بہار کا عالم گھٹا کے ہاتھ

لازم ہے فکر عالم اسباب کے لئے
جنبش نہ پاؤں توڑ کے یارو کٹا کے ہاتھ

کیفی خدا کا شکر ہے اُمّت حبیب
بخشش ہو تیری شافع روز جزا کے ہاتھ

اقوالِ زرّیں

ظاہری حسن:- یہ درست ہے کہ ظاہری حسن میں بلا کی کشش ہوتی ہے مگر تنی ہی جتنی کہ ایک پھول میں جو خاک پر گرتے ہی خاک بن جاتا ہے۔ کیا پھول سے زیادہ قیمتی وہ لوہا نہیں ہے جو بد شکل ہونیکے باوجود دنیا کو ترقی اور کامیابی کیطرف لئے جارہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ظاہری حُسن سے دل ضرور بہلاؤ مگر اس سے دل نہ لگاؤ۔ دل لگانے کے لئے حقیقی مفاد کی چیزیں اور بہت سی ایسا بہتر جبکہ تم انکو تلاش کر سکو۔ (برک)

آرام کی قربانی:- دنیا میں اس سے بڑھکر اور کوئی تیار نہیں کہ تم اپنے عیش اور آرام کو قربان کردو۔ تم جتنا عیش اور آرام کو قربان کروگے اُتنا ہی عیش و آرام تمہارے قدم چومیگا اور تم جتنا عیش و آرام کو سینے سے لگاؤگے یہ تم سے دور بھاگے گا۔ کامیاب انسانوں کی زندگی پر غور کرو یہ سب وہی ہیں جنھوں نے عیش و آرام کو ٹھکرا دیا تھا۔ اور پریشان حال انسانوں کا جائزہ لوگے تو پتہ چلے گا کہ یہ کاہل۔ آرام طلب اور عیش پسند ہیں۔ (ڈزلش)

سفید بال بزرگی کی نشانی:- سفید بال بزرگی اور عقلمندی کی نشانی نہیں ہوا کرتے۔ ہم نے بہت سے سفید بال والے نادان بچے دیکھے ہیں اور بہت سے سیاہ بال والے عقلمند بوڑھے ہماری نظر سے گزرے ہیں۔ یہ خیال غلط ہے کہ سفید بال تجربے کی علامت ہیں۔ تجربہ ٹھوکریں کھانے اور زمانہ کے ہاتھوں پس جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ (بلور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد ۹ | یکم فروری سنہ ۴۳ء | نمبر ۱۹

فرض سمجھنے والوں کیلئے فرض ہے

انگریز ادیب مسٹر جی میکڈانلڈ کا کیا خوب مقولہ ہے کہ "دنیا میں ایسے آدمی بہت کم ہیں جنکو ہم فرض شناس کہہ سکیں۔ زندگی میں قدم رکھتے ہی ہم پر ہزاروں فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ فرائض صرف انھیں کے لئے فرائض ہیں جو فرض کو فرض سمجھتے ہیں"۔ فرض شناسی نام ہے کسی نصب العین کے مطابق کام کرنے کا۔ وہ قوم۔ قوم نہیں کہلا سکتی جس کا کوئی نصب العین نہو یا فرض شناسی کا جذبہ کارفرما نہو۔ بڑی سے بڑی قوم جو اپنے فرائض یا نصب العین کو بھلاتے اُس کا فنا ہونا یقینی ہے۔ برخلاف اس کے ایک کمزور جماعت اپنے نصب العین کے مطابق کام کرنے سے کمال بلندی تک پہونچ جاتی ہے۔ دور کیوں جائیے اپنے قصبہ میں دیکھئے کہ یہاں کے لوگوں نے جبتک اپنے فرائض کو سمجھا اور ایک نصب العین کے مطابق عمل پیرا رہے کس شان اور فارغ البالی سے بسر کی۔ اور جب متحدہ نصب العین کے خلاف پارٹیوں کے نصب العین اپنے سامنے رکھے تنزل کی حالت پیدا ہو گئی۔ اور اب جس حالت کو ہم پہونچ گئے ہیں وہ ہم آپ سب کے سامنے ہے۔

وہ لوگ جو اپنے فرائض کو سمجھ کر ایک نصب العین کے ماتحت کام کر رہے ہیں وہ بام ترقی پر پہونچتے جاتے ہیں اور اپنی کوششوں میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہم جو صحیح نصب العین کی طرف چلانے کے لئے اور فرض شناسی کا سبق دینے کے واسطے آئے تھے غیروں کے غلام بن رہے ہیں۔ ہمارے وطن مالوف پر ادبار کی گھٹائیں چھا گئیں لیکن ہم کو احساس نہوا۔ نکبت کی بجلیاں کوندیں مگر ہم نیند سے بیدار نہوئے آنکھیں بند کی بند رہیں۔ مفلسی کے تھپیڑے لگنے لگے لیکن ہوش نہ آیا۔ پیسہ پیسہ کو محتاج ہونے مگر ہماری نخوت کم نہ ہوئی۔ افسوس صد ہزار بار افسوس ہم جس حال کو پہونچتے جاتے ہیں اُس کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوتا اور جو حالت بھی ہوتی جاتی ہے اُسی میں مست ہیں۔ یہ خیال نہیں ہوتا کہ صنعت و حرفت اور کاروبار کی طرف متوجہ ہوں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ہم گرتے جا رہے ہیں۔ لیکن ہمارے دلوں میں کوئی جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ہم مسلمانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے کہ جس مشن کے لئے ہم دنیا میں آئے تھے دوسرے اُس کو پورا کر کے سرخروئی حاصل کر رہے ہیں اور اپنی قربانیوں و ایثار کے بدولت بڑی حد تک اپنے نصب العین کو کامیاب بنا چکے ہیں جس کے لئے وہ مستحق تہنیت ہیں۔ اسوقت ہمارا روئے سخن اپنے نوجوانان وطن سے ہے جو اپنے فرائض کو بالکل محسوس نہیں کر رہے ہیں اور کسی نصب العین پر قائم نہونے کی وجہ سے اپنے بزرگوں جیسا وقار اور سربلندی حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُن کے عزائم اور حوصلے بہت پست ہیں۔ بلند مقاصد کی طرف اُن کا دھیان بھی نہیں جاتا۔ صرف پیٹ کا پوجا انکا نصب العین رہ گیا ہے۔

ایک شریف سے شریف جانور مثلاً شیر اور ایک رذیل ترجانور مثلاً کتا بھی اپنا نصب العین رکھتا ہے گو وہ پیٹ بھرنا ہی ہو۔ حیوان مطلق کے نصب العین سے ہم اپنے موجودہ نصب العین کا موازنہ کریں تو ہم میں اور جانوروں میں کوئی فرق نظر نہ آئے گا۔ انفرادی و اجتماعی دونوں حیثیتیں ہماری بہت زبوں حالت میں ہیں۔ حوصلہ مندی۔ بلند مقاصد عملی جد و جہد اور عزم مستحکم کا ہمارے نوجوانوں میں فقدان ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی دوڑ دھوپ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہی وہ باتیں ہیں جو کامیابی کا پیش خیمہ کہی جائینگی۔

مشہور مفکر کارلائل نے اپنے ایک قول میں کسقدر واضح تشریح بلند مقاصد کی کی ہے۔ "جن لوگوں کو حوصلہ مندی کی دولت حاصل ہے وہ ہمیشہ اپنے مقاصد بلند رکھتے ہیں اور جو لوگ بلند مقاصد رکھتے ہیں وہ زندگی کی جد و جہد میں ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ پست خیالی نے بہت سے بلند مرتبہ انسانوں کو پستی میں گرا دیا ہے اور بلند مقاصد معمولی معمولی انسانوں کو شہرت اور ترقی کی انتہائی بلندیوں پر لے گئے ہیں"۔

تمام دنیا کو قبضہ میں لانے کے نصب العین نے سکندر اعظم کو

ذوالقرنین بنادیا۔ ایسی ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں جو پیش کی جاسکتی ہیں۔

سب کو چھوڑیئے اپنے مذہبی نقطۂ نظر سے آقائے نامدار حضور سرور دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح پر غور فرمائیے کہ حضور انور نے دنیا جہان کی تکالیف برداشت کیں۔ سلطنت۔ زرومال وغیرہ کا لالچ آپ کو دیا گیا لیکن جو عزم مستحکم اور بلند مقاصد آپ کے پیش نظر تھے اور جو پیغمبرانہ نصب العین آپ کا تھا اس میں کوئی فرق نہیں آیا۔ تمام مال و دولت اور زروجواہر کو اپنے نصب العین کی خاطر ٹھکرادیا۔

نوجوانو! اپنے مقاصد بلند رکھو۔ عزم وارادہ میں استقلال حاصل کرو۔ عمل جدوجہد سے کام لو اور اپنے فرائض کا احساس کرتے ہوئے متحدہ ومتفقہ نصب العین پر عمل پیرا ہو۔ ہمارا نصب العین اسوقت کیا ہونا چاہئیے اور نوجوانان وطن کو کس چیز کے حصول کے لیے عزائم بلند رکھنے کی ضرورت ہے ہم انشاءاللہ آئندہ بیان کریں گے۔

جنگ کا چوتھا سال

سنہ عیسوی کے آغاز نے تثلیث کے علمبرداروں اور سنہ ہجری کی آمدآمد نے توحید کے پرستاروں کو حیات نو کا پیغام دے کر نئے سال اور نئی امیدوں کا مژدہ سنایا۔ گزرے ہوئے سال کی کلفتوں کو فراموشی کا سبق پڑھایا اور نئے سال سے خوش آیند توقعات وابستہ کرکے عید نوروز وعید جمعہ کو قران السعدین بناکر مشرق ومغرب کو دوبارہ ایک مرکز پر لاکر متحد کردیا۔ فرمان اطلانٹک پر دستخط کرنے والی ۲۹ حکومتوں کو سال رواں میں اُنکے مقدس اتحاد کی کامیابی پر مبارکباد دی اور دشمنوں کو اُن کے مجرمانہ افعال پر غور وفکر کا موقعہ عطا کیا ۔۔۔۔!

بحر ظلمات میں "گوادل کنال" کی شکست نے ظالموں کے حوصلے پست کردیئے اور اتحادیوں کا مظفر ومنصور پرچم سلیمان کے جزائر پر دوبارہ لہرانے لگا۔ بونا کا ہوائی اڈا برطانوی ہوابازوں کا تختۂ مشق بنا اور جاپانیوں کی لگائی ہوئی آگ سال نو کی باران رحمت سے سرد پڑگئی۔ جنرل میک آرتھر کے جانبازوں نے حق نمک ادا کیا۔ دشمن نے ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود منہ کی کھائی اور بحمداللہ مدبران امریکہ اور سرفروشان آسٹریلیا کی سعی پیہم کارگر ہوئی۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور بحرالکاہل پر اتحادیوں کے اقتدار میں روز افزوں اضافہ نظر آنے لگا۔۔۔!!

ریگزار افریقہ میں اتحادی طوفان نے نازیوں کو بادسموم کے تھپیڑوں کی زد میں لاکر فیلڈ مارشل رومل کے چھکے چھڑادیئے۔ بے آب وگیاہ میدان میں بے نیل مرام پسپائی نصیب ہوئی۔ لینے کے دینے پڑگئے۔ ناقابل تلافی نقصان کے بعد تیونیشیا کی پہاڑیوں میں امان ملی۔ ہزاروں میل تک صحرائی جانوروں کی دعوتیں ہوئیں اور آج بھی لاکھوں ڈھانچے نازیوں کی خوفناک تباہی پر آنسو بہا بہا کر اتحادیوں کے عزم مصمم پر واہ واہ کہہ رہے ہیں۔ لیبیا کی شکست نازیوں کے لیئے ایک تازیانۂ عبرت ہے۔ وادی نیل پر ایکسس کی حکومت اور بحیرہ روم پر اطالوی شہنشاہی کا خواب ابھی تک گرانی کا باعث ہے۔ اختلاج بڑھتا جارہا ہے۔ ہوش وحواس ٹھکانے نہیں ہیں۔ قیروان کے مقدس علاقہ پر ظالموں نے قبضہ کرلیا ہے۔ تیونیشیا کے جغرافیائی محل وقوع سے فائدہ اُٹھانیکی کوشش میں سرگرداں ہے۔ لیکن قدرت ان کی ستم ظریفی پر مسکرا رہی ہے۔ اتحادیوں کے عظیم الشان حملہ کی تاب لانا ناممکن ہے۔ مغرب میں امریکن افواج اور مشرق میں برطانوی لشکر نہایت تیزی کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے تیونیشیا کے اطراف واکناف تک پہونچ چکا ہے۔ چند روزہ وقفہ ہے۔ موسم کی خرابی سے جو کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اٹھالے لیکن آنے والے چند ہفتہ خود اسکی شہادت دینگے کہ بحیرہ روم پر اقتدار اُسی کے ہاتھ میں رہے گا جو تیونیشیا کو اپنے قبضہ میں کرلے ۔۔۔!!

تاریخ اسلام کے واقف کار خود اس کی شہادت دینگے کہ جنوبی یورپ اور ہسپانیہ پر اسلامی حکومت اسوقت تک باقی رہی جبتک کہ تیونیشیا کا باموقعہ ملک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ گذشتہ مادی جنگی چالوں کو اگر ایک دفعہ تازہ کرلیا جائے تو یاد آئے گا کہ بندرگاہ ڈاکر پر امریکن افواج کی طلایہ گردی کی خبر سن کر فیلڈ مارشل رومل نے سلوم سے اپنی افواج ہٹانی شروع کیں۔ مراقش پر امریکن افواج کا حملہ اور امیر البحر ڈارلن کی اطاعت کا حال سنتے ہی جرمنی افواج نے بنغازی چھوڑ کر تیونیشیا کی مدافعت کی تیاری شروع کردی۔ ادھر اتحادیوں نے مظلوم فرانسیسی حکومت کی گلوخلاصی کے لئے جنرل ڈی گال اور ڈارلان سے مشورے

رشتہ اتحاد کو مضبوط کر کے ہی ٹکر کی تو اُدھر نازیوں نے ملک فرانس پر تسلط قائم کر کے تیونیسیا اور الجزائر پر قبضہ کر لیا۔ ان شاطرانہ چالوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ٹیونس پر فیصلہ کن لڑائی کے بعد اس عالمگیر جنگ کا دوسرا رُخ صاف صاف نظر آنے لگے اور لڑنے والوں کو اپنی اپنی قوت کا اندازہ اُسی طرح ہو جائے جس طریقہ سے فلینڈرس کے میدانوں کی لڑائی نے سابقہ معرکوں میں تماشائیوں کو فیصلہ کن نتیجہ پر پہونچایا تھا ـــــــ !!!

دالگا کی گزرگاہ اور ڈان کی وادیوں میں بہادر سُرخ افواج نے اتحادیوں کی اخلاقی امداد سے فائدہ اٹھا کر جرمن قوم کو وہ دندان شکن جواب دیا ہے جس کی نظیر ایک ہزار سال تک دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں نظر نہ آئے گی۔ اسٹالن گراڈ کی مردانہ مدافعت۔ کوہ قاف کی خونریز جنگ اور وسطی محاذ کی دلیرانہ لڑائیاں روسیوں کے زبردست جہاد اور اُن کی قومی شجاعت کا ثبوت دے کر نازیوں کو حیران کئے ہوئے ہیں۔ لینن گراڈ کو جانے والی ریل خطرے میں ہے۔ اسٹالن گراڈ میں محصور جرمن فوج فاقہ مستی کا شکار ہو رہی ہے۔ شہر روسٹو کی خیر نظر نہیں آرہی ہے۔ وہ دن دور نہیں ہے جب مفتوحہ علاقہ پر دوبارہ روسیوں کا قبضہ ہو جائے اور موسم بہار کے انتظار میں ظالموں کو روس کی بے پناہ سردیوں سے جانکنی کی نوبت آجائے۔!

گذشتہ تین صدیوں سے ۴۳ کا سال اتحادیوں کے حق میں ہمیشہ مفید رہا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی میں جنوبی و مشرقی ایشیا میں برطانوی اقتدار بڑھتا گیا۔ اُنیسویں صدی میں غلامی کی ظالمانہ رسم کا خاتمہ ہوا اور بیسویں صدی میں نازیوں کے ظلم و ستم کا خاتمہ ہو کر عالمگیر امن و عافیت کا پیغام دیا جائے گا۔ فرمان اٹلانٹک پر عمل ہوگا۔ مجرموں کا استیصال کیا جائے گا اور جنگ سے گھبرائی ہوئی دنیا کو سکون حاصل ہوگا۔ قومیں تعمیری کاموں میں لگ جائینگی اور ایک بار پھر دنیا اپنی رنگینیوں کے ساتھ دنیا والوں کیلئے جاذبیت کا سامان پیدا کر دے گی !!!۔ قادری احمد حسن علوی تماشائی کاکوروی۔ بمبئی۔
(۱۰ جنوری ۱۹۴۳ء)

پتھر کا دل

مضمون نمبر ۴ [illegible]

[illegible] اعجاز [illegible]

طریقت بجز خدمت خلق نیست

شہر کے سب سے دولتمند محلہ میں آج مولانا کی تقریر تھی۔ مولانا اسقدر جوش وخروش کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کی تمام طاقت سمٹ سمٹا کر زبان میں آگئی ہے مولانا نے جب غریبوں اور یتیموں کی دردناک حالت کا نقشہ کھینچا تو مولانا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ مولانا پوچھتے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آقائے دوجہاں غریبوں کی مدد کرتے تھے۔ یتیموں کو سہارا دیتے تھے مجبوروں کو اپنے دامن میں پناہ دیتے تھے۔ لیکن ان کی اُمت کی سرمایہ دار اسقدر سیاہ قلب ہو گئے ہیں کہ غریب اور یتیم تڑپتے ہیں اور یہ عیش کرتے ہیں۔ مولانا تقریر کر رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ جب میں نے بمبئی میں ایک ایسی تقریر کی تھی تو لفافے میں بند کر کے لوگوں نے مجھے ہزاروں روپیہ کے نوٹ دیدیئے تھے تاکہ میں اس روپیہ کو غریبوں اور یتیموں کو تقسیم کر دوں اسکے بعد مولانا کی آنکھوں میں اپنے اُس عظیم الشان مکان کا منظر پھر گیا جو اُنھوں نے اسی روپیہ سے خریدا تھا۔ مولانا سوچنے لگے کہ اگر آج کی تقریر کامیاب ہو گئی تو میں آسانی سے ایک مکان اور خرید سکوں گا اس خیال کے آتے ہی مولانا کی تقریر میں اور بھی زور پیدا ہو گیا۔ مولانا پورے جوش کے ساتھ دو گھنٹہ تقریر کرتے رہے تقریر کے بعد فوراً انھوں نے محسوس کیا کہ اُن کی تقریر بے حد کامیاب ثابت ہوئی ہے کیونکہ مولانا کو پھر ایک بار یتیموں اور غریبوں کے نام پر ایک بہت بڑی رقم مل گئی ہے۔

مولانا روپیہ کے نشے میں سرشار جب اُس گلی میں بڑھے کہ جس گلی میں مولانا کا مکان تھا تو مولانا کو ایک ڈھیر سے ٹھوکر لگی اور اس ٹھوکر کے ساتھ ہی ایک دردناک چیخ فضا میں گونجی۔ یہ ایک فاقہ کش غریب تھا جو بھوک اور سردی کی تاب نہ لا کر خاک پر پڑا تھا۔ مولانا نے اپنی گرجدار آواز میں پوچھا تو کون ہے اُس نے کراہتے ہوئے جواب دیا میں ایک فاقہ زدہ انسان ہوں جسے کئی روز سے رزق کا ایک دانہ بھی نہیں ملا ہے۔ مولانا نے بڑبڑاتے ہوئے کہنا شروع کیا بے شرم بے حیا بھیک مانگتے پھرتے ہیں مگر محنت نہیں ہوتی۔ مولانا بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھ گئے مصیبت زدہ بدستور کراہتا رہا اور مولانا کا ضمیر چلا چلا کر کہہ رہا تھا تو بھی تو ایک بھکاری ہے جو غریبوں اور یتیموں کے نام پر بھیک مانگتا پھرتا ہے اور اسی بھیک کی بدولت عیش کرتا ہے۔ ضمیر نے اور زیادہ چیخ کر کہا غریبوں کے نام پر جو رقم مانگ کر لایا ہے وہ اس غریب کو دیدے (بقیہ صفحہ ۶ پر)

بزرگانِ وطن

سوانح حیات مولوی حاجی اعجاز علی مرحوم و مغفور

(از اسحاق علی علوی صاحب)

(گذشتہ سے پیوستہ)

سال کے بارہ مہینے کا یہی نظام اوقات تھا۔ گرمیوں میں دوپہر کے وقت تہ خانے میں آرام فرماتے۔ البتہ مہمان نواز بہت تھے اسلئے باہر کے اعزا یا احباب میں سے کوئی صاحب تشریف لاتے اور اُن کے یہاں مقیم ہوتے تو اُن کی خاطر سے دن کو بھی کھانا باہر ہی ہوتا۔ موضع پر قیام کے زمانہ میں بھی یہی اوقات رہتے۔ مگر چونکہ مکان کے مردانے حصہ میں صبح کے وقت دھوپ نہیں آتی تھی اسلئے وہاں مکان کے سامنے میدان میں ایک چھولداری کھڑی کی جاتی اور دن کے وقت اُسی میں نشست رہتی اور آرام کرتے۔ مطب کا سلسلہ وہاں بھی جاری رہتا۔

۲۸ اگست ۱۹۳۲ء (۲۵ شعبان) یوم جمعہ کو حاجی صاحب کا انتقال عجب صورت سے ہوا۔ چند روز پیشتر تپ نزلاوی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے کئی دن جوشاندہ استعمال کیا اور چائے ترک رہی۔ راقم السطور پنجشنبہ کی شام کو پہونچا اور خیریت مزاج دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اب طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔ چنانچہ حسب معمول تہجد اور فجر کی نمازوں سے فراغت پا کر ٹہلنے گئے۔ واپس آکر چائے نوش کی۔ دن بھر تمام معمولات جاری رہے۔ جمعہ کا دن تھا۔ غسل کیا، کپڑے بدلے اور سب کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ نماز عصر مسجد میں ہم سب کے ساتھ ادا کر کے نکلے تو اخی معظم جناب منشی احتشام علی صاحب کے پاس چلے گئے اور وہاں اُن سے اور اُن کے بڑے صاحبزادہ برخوردار انعام علی سلمہٗ سے دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ اُن کی ہدایت کے بموجب انعام سلمہٗ ایک خط لکھنے کے لئے اپنے دفتر کے کمرہ میں گئے۔ چند منٹ کے بعد باتیں کرتے کرتے دفعتاً رکے اور معلوم ہوا کہ گر پڑنے لگے اسلئے اخی معظم نے فوراً سنبھالا اور تکیہ پر سر رکھکر لٹا دیا۔ فوراً انعام سلمہٗ طلب کئے گئے۔ انھوں نے حکیم مشیر الحسن سلمہٗ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ راشد سلمہٗ وہیں موجود تھے دونوں ساتھ ہی آئے۔ چاند محل میں اطلاع پہونچی تو میں وضو کر رہا تھا۔ فراغت پا کر فوراً لپکا ہوا آیا۔ دیکھا تو خراٹا جاری ہے اور سارا جسم برف ہو رہا ہے۔ راشد، مشیر و انعام ہاتھ پاؤں سہلا رہے تھے۔ مشیر سلمہٗ نے جواہر مہرہ دیا اور ایک آدمی مقامی ڈاکٹر کو بلانے گیا۔ مگر ڈاکٹر کے آنے سے پیشتر نماز مغرب میں چند منٹ باقی تھے کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اُن کے بڑے صاحبزادے ارشاد علی سلمہٗ لکھنؤ میں تھے۔ اطلاع پاتے ہی دوسرے اعزا کے ساتھ رات ہی کو وہ پہونچ گئے اور دوسرے روز صبح کو ۹ بجے اپنی کوٹھی کے صحن میں حافظ راشد علی سلمہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مرحوم کی وصیت کے مطابق جھنجھری روضہ کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

مرحوم کی شفقت و محبت اخلاص و ہمدردی اس قسم کی تھی کہ علاوہ اعزائے خاص کے جن کا اس اچانک حادثہ سے سراسیمہ و مضطر ہو جانا غیر متوقع نہ تھا، تمام اعزائے برادری اور بستی کے ہندو مسلمان اُن کی جدائی سے غمگین تھے اور جس نے خبر پائی اُسی وقت دوڑا ہوا آیا۔ دفن کے وقت بھی بہت مجمع تھا۔ جن لوگوں کو اطلاع نہیں ملی اُنکو افسوس رہا کہ دفن میں شریک نہ ہو سکے۔

انتقال کے وقت مرحوم کی عمر سنہ ہجری کے حساب سے ستر سال سے زائد اور شمسی سال کے رو سے چار دن کم ۶۸ سال کی تھی اور اگرچہ پے بہ پے صدمات، پیرانہ سالی اور تخفیف غذا کی وجہ سے ضعف و انحطاط کے آثار نمایاں تھے، تاہم چال ڈھال، انداز و اطوار سے کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس طرح دفعتاً انتقال ہو جائے گا۔ مگر اذا جاء اجلہم لا یستقدمون ولا یستاخرون کے بموجب موت کا وقت معین ہے۔ وہ آگیا تو اسکی بھی مہلت نہ دی کہ ڈاکٹروں حکیموں کو جمع کر کے مرض کی تشخیص کرائی جاتی اور دوا دارو ہوتی۔ بیوی بچوں اور عزیز و اقربا کو خدمت تیمارداری انجام دینے کا موقع ملتا۔ بے ثباتی عالم کی ایسی ہی مثالیں روزمرہ ہم دیکھتے اور سنتے ہیں مگر غافل انسان بہت جلد اُنکو بھول جاتا ہے اور جیسا کہ مرحوم کے ایک مضمون سے جس کا اقتباس اوپر گذر چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ہی راحت و آرام کے لیے نہیں بلکہ آنے والی نسلوں تک کے لئے انتظامات میں مشغول رہتا ہے۔ حالانکہ ملک الشعرا ذوقؔ کے بقول زندگی کی حقیقت صرف اسقدر ہے

لائی حیات آئے، قضا لیچلی چلے ٭ اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

اور چکبستؔ لکھنوی نے حیات و ممات کی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب ٭ موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

(باقی ہے)

(بقیہ بس باقی ہوس)

انسان

انسان وہ ہے جس کا دل اور دماغ ضمیر کی آواز کو لبیک کہے ۔ جسے صداقت سے محبت ہو اور جو غلط کاریوں سے نفرت کرے اور جو اچھے کاموں کے بعد ایک روحانی مسرت محسوس کرے اور دوسروں کے جذبات کا بھی اپنے ہی جذبات کی طرح احترام کرے۔

میں اپنی زندگی میں ہزاروں انسانوں سے ملا ہوں لیکن میں نے بہت کم انسانوں کو انسان پایا یہ امر واقعہ ہے کہ انسان بڑی مشکل سے انسان بنتا ہے۔ لیکن جب انسان۔ انسان بنجاتا ہے تو اُس کا درجہ بے حد بلند ہو جاتا ہے۔ (رسکن)

یہ سچ ہے کہ ہم بنی نوع انسان کے معزز طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن دنیا میں کتنے انسان ہیں جنھوں نے اپنے نام اور اپنی جنس کا احترام کیا ہو۔ میں مدتوں انسان کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں لیکن میں نے انسانیت کے جوہر بہت ہی کم انسانوں میں پائے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ میں کسی انسان کو اس دنیا میں تلاش نہیں کر سکا لیکن یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ مکمل انسان مجکو آجتک ایک بھی نہیں ملا۔ مکمل انسان وہ ہے جس کا ہر فعل انسانیت اور اپنے نوع کے لئے ہو مگر ایسے لوگ کہاں ہیں۔ (بین جانسن)

میں نے دنیا میں کسی ایسے انسان کو نہیں دیکھا جو آزاد ہونے کا دعویٰ کر سکے۔ ہر انسان مجکو خواہشات کا غلام دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جن انسانوں نے خواہشات کی غلامی سے آزادی حاصل کر لی ہے اُنکا درجہ عام انسانوں سے بہت بلند ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ ایسے انسان اسی دنیا میں رہتے ہیں یا کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہیں۔

کچھ ہرج نہیں اگر ہم جائز خواہشات کے سامنے گردن جھکا دیں۔ لیکن عموماً ایسا ہوتا ہے کہ خواہشات ہم سے وہ افعال کراتی ہیں جن پر ہمکو بعد میں پچتانا ہوتا ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر کوئی انسان بُری خواہشات کو دبا لیتا ہے تو وہ بہت مضبوط اور قوی انسان ہے۔ (راجرسن)

جس جوانی کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ میرے نزدیک انسان کی زندگی کا بدترین زمانہ ہے۔ یہ وہ مدہوشی کا دور ہے جب انسان آنکھیں بند کئے غلط راستوں پر چل پڑتا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اس زمانہ سے فائدہ اُٹھایا ہے وہی دنیا کے سب سے زیادہ دانشمند انسان ہیں۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (قیصر)

(بقیہ مضمون صفحہ ۴ کالم ۲ ملاحظہ ہو)

ہی اُس کا حقدار ہے۔ مولوی ضمیر کی اس پکار سے گھبرا کر لانبے لانبے قدم بڑھاتا ہوا اپنے اُسی عالیشان مکان میں گھس گیا جو غریبوں اور یتیموں کے نام سے اُس نے بنوایا تھا اور فاقہ کش انسان بدستور گلی میں پڑا ہوا بھوک اور سردی کی تکلیف سے کراہتا رہا۔

چند ہی منٹ کے بعد ایک شرابی نے اُسی انسانی ڈھیر سے ٹھوکر کھائی وہ بھی اسی گلی میں جا رہا تھا۔ فاقہ کش انسان کی کراہ نے شرابی کو بے چین کر دیا۔ اُس نے شراب کے نشے میں اُسے سہارا دیتے ہوئے اُٹھا لیا۔ دو انسان لڑکھڑاتے ہوئے جا رہے تھے ایک نشہ میں چور دوسرا بھوک سے مجبور دونوں ایک شکستہ مکان میں گھس گئے۔ شرابی نے جو کچھ اُس کے گھر میں تھا اُس غریب کے سامنے رکھدیا۔ صبح کو شرابی کہہ رہا تھا۔ میرے دوست میرا یہ گرم کوٹ لے جاؤ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری کچھ زیادہ خدمت نہ کر سکا۔

مولوی اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا نوٹوں کو گن رہا تھا اور حساب لگا رہا تھا کہ اُس کی دولت میں کتنا اضافہ ہوا ہے۔ اور برابر کے مکان میں ایک ریکارڈ بج رہا تھا۔ گانے والا چلا چلا کر کہہ رہا تھا ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ۔ بہ تسبیح و سجادۂ و دلق نیست

(اخبار دین و دنیا)

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گزارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں یا دیگر اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں۔ (اڈیٹر)

موسم:۔ گذشتہ عشرہ میں عموماً آسمان پر ابر چھایا رہا اور بعض بعض دن کچھ بوندا باندی بھی ہوئی۔ خنک ہوا بھی اکثر چلتی ہے

آج کل سردی کا پھر زور ہے۔ ابر کی وجہ سے اور بھی موسم خراب رہتا ہے۔ دھوپ جب نکلتی ہے نعمت معلوم ہوتی ہے۔ ابر و باد کی حالت میں آگ سے بھری انگیٹھیاں روشن رہتی ہیں۔ آجکل موسم قدرے سخت ہے۔

آب وہوا:۔ بار بار سردی کے گھٹنے بڑھنے سے عام طور پر پوری احتیاط نہیں ہوتی اس وجہ سے نزلہ و زکام کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ شدید انفلوانزا میں مبتلا ہوئے۔

ولادت:۔ اورنگ آباد کی ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ سید صادق علی عباسی (محلہ قلعہ) کے یہاں بمقام اورنگ آباد ۱۲ جنوری سنہ ۴۳ء (۵ محرم سنہ ۶۲ھ) فرزند تولد ہوا۔ اللہ تعالےٰ مولود کی عمر دراز کرے اور صاحب اقبال ہو۔

محرم:۔ حسب دستور قصبہ میں مقررہ تاریخوں میں لوگوں نے اپنے اپنے تعزیئے و تخت اُٹھائے۔ باوجود شدید سردی کے تعزیئے و تخت بڑی رات گئے تک مخصوص راستوں سے گذرتے رہے۔ آٹھویں محرم کا تخت (پٹھان والا) بڑے جلوس اور کثیر مجمع کے ساتھ اُٹھنا بیان کیا جاتا ہے۔ جو سہ پہر کو محلہ پٹھان گڑھی سے اٹھایا گیا اور تمام رات مقررہ راستوں سے ہوتا ہوا دوسرے دن (۹ محرم) ۱۰ بجے دن کو اپنے مقام پر پہونچایا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسبار اس تخت کے ساتھ مرثیہ و سوز پڑھنے والوں کی ایک ٹولی لکھنؤ سے خاص طور پر بلائی گئی تھی۔ سنا ہے اُن لوگوں نے بعض قابل اعتراض نظمیں بھی پڑھیں تھیں جس پر کچھ لوگوں کو منتظمین سے شکایات پیدا ہوئیں۔ ہم منتظمین تخت کو بتلانا چاہتے ہیں کہ قصبے میں ایسی کوئی فضا پیدا نہ کریں جو کسی وقت جھگڑے کا سبب بنجائے اور یہاں کے روایات کے خلاف ہو۔ لکھنؤ کی فضا مکدر ہونے کے اثرات ہمارے قصبہ میں نہیں پہونچنا چاہئے۔ یہاں کا جو دستور ہمیشہ رہا ہے اُس کو قائم و برقرار رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ بظاہر اس کی ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی کہ لکھنؤ ایسے مسموم جگہ سے یہاں بلاکر مرثیہ و سوز خوانی کرائی جائے۔ جبکہ قصبہ میں مختلف ٹولیاں اچھے مرثیہ پڑھنے والوں کی موجود ہیں۔ ہم کو اُمید ہے کہ آئندہ پوری احتیاط کی جائے گی اور کوئی بات نئی ایسی ہونے دیجائے کہ لوگوں کو وجہ شکایت پیدا ہو۔

عشرہ کے دن موسم اچھا تھا۔ صبح کو قاضی گڑھی سے بخشی صاحب کا موسوم جسیر کٹ معہ محلہ کے تعزیوں کے اُٹھا۔ اور مرثیہ خوانی کے ساتھ براہ برگد نذر جہاں موضع درگاگنج کے تعزیئے بھی شامل ہوکر احاطہ کرامت اللہ خاں کے راستہ سے کربلا لے جائے گئے۔ سہ پہر کو چودھری محلہ کے تعزیئے نیز پٹھان گڑھی دکٹرہ کے تخت و تعزیئے علحدہ علحدہ مختلف راستوں سے چودھری محلہ میں جمع ہوئے جہاں مغرب کے بعد تک اجتماع رہا اور سوز و مرثیہ خوانی ہوتی رہی۔ بعد نماز مغرب براہ محلہ دولی نگر کربلا پہونچائے گئے۔ مجمع کثیر تھا۔ کھانے پینے کی دوکانیں بکثرت تھیں۔ مختلف مقامات پر جن راستوں سے کہ تعزیئے گذرے سبیلوں کا ہونا بھی بیان کیا جاتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایام محرم قصبہ و مضافات میں بخیر و خوبی گذرے اور حسب دستور نہایت امن و سکون کے ساتھ مراسم عزاداری ادا ہوئے۔

مجالس:۔ حسب ذیل مجالس منعقد ہونے کی اطلاعات موصول ہوئیں ہیں:۔

۹-۱۰ محرم کی درمیانی شب میں احاطہ کرامت اللہ خاں میں حافظ عبدالرؤف کے مکان پر ذکر شہادت کتاب سے پڑھا گیا۔

۱۲ محرم کی سہ پہر کو بعد نماز عصر ساگر تالاب پر محمد حسین تاجر چوب کے یہاں سوز خوانی وغیرہ ہوئی۔

۱۳-۱۴ محرم کی درمیانی شب میں بمقام کٹرہ کہنہ اہل محلہ کی جانب سے (پورانی حویلی کے میدان میں) شہادت نامہ پڑھا گیا اور سوز خوانی بھی ہوئی۔

صحت و سکون:۔ (۱) حاجی شفیق احمد علوی (محلہ باؤلی) کے متعلق خیرآباد سے اطلاع ملی تھی کہ آنکھ کی پٹی ڈاکٹر معالج نے کھولدی ہے۔ لیکن ابھی چند روز اور اسپتال میں ٹھہرنے

کے لئے کھاتے تھے کوئی معمولی شکایت آنکھ میں باقی رہ گئی تھی اس سلسلہ میں جو انجکشن ڈاکٹر صاحب دیتے رہتے تھے اُن سے اُن کو بخار آجاتا رہا۔ خدا کرے اُن کی تمام تکالیف جلد رفع ہوں شفا و بخیریت کاکوری واپس آئے۔ ایک ماہ کی مزید رخصت کے لئے ڈاکٹر معالج نے سفارش کی ہے۔

علالتیں:- (۱) منشی عماد الحسن علوی (محلہ تاڑ تلہ) کے متعلق جو اطلاعیں لکھنؤ سے آئی ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹری علاج تبدیل کر دیا گیا تھا اور حکیم عبدالمجید (جھوائی ٹولہ) معالج ہیں جن کے یونانی علاج سے کچھ سکون ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ گذشتہ عشرہ میں بہت شدائد مرض میں پیدا ہو گئے تھے۔ بخار اب نہیں ہے۔ ضعف شدید ہے۔ باری تعالیٰ اُنکو صحت کاملہ عطا فرمائے۔

(۲) والدۂ مولوی عبدالرحمٰن علوی بی۔ اے (احاطہ جعفر نقی صاحب) کو سنا ہے کہ کچھ پھوڑوں میں تکلیف پیدا ہو گئی ہے۔ جس کی وجہ سے مریضہ کو قدرے اذیت ہے۔ اللہ جل شانہٗ اُن کو جلد صحت عطا فرمائے۔

(۳) منشی محمد نسیم علوی (محلہ باؤلی) ابھی ریاست ٹونک میں ڈاکٹر حاجی حکیم احمد علوی کے زیر علاج ہیں۔ نسبتاً یہاں کے مقابلہ میں سکون ہونے کی اطلاع آئی ہے۔ دست اب نہیں آتے ہیں لیکن دو تین اجابتیں روزانہ ہوتی ہیں۔ معدہ کی اصلاح کی جانب ڈاکٹر صاحب خاص توجہ کر رہے ہیں۔ خداوند کریم اُن کو بالکل صحیح و تندرست کر کے بعافیت وطن واپس لائے۔

متفرقات:- (۱) معلوم ہوا ہے کہ نمک پر کنٹرول ہونے کے بعد سے قصبہ میں نمک کی دستیابی مشکل سے ہو رہی ہے۔ سُنا گیا ہے کہ صرف ساٹھ بورے نمک یہاں کے لئے منظور ہوئے ہیں جو کسی طرح قصبہ خاص ہی کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ نیز ہفتہ میں دو بازاریں جو ہوتی ہیں اور ۱۰۔۱۰ تا ۱۲۔۱۲ کوس سے دیہاتی غلّہ اور دیگر ضروریات زندگی خرید کرنے آتے ہیں اُنکو نمک ایسی ضروری چیز کیسے مل سکے گی۔ ہمارے پاس برابر عدم دستیابی نمک کی شکایات موصول ہو رہی ہیں۔ تاجروں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دس بارہ بورے روز کا خرچ ہے۔ صرف ساٹھ بورے ماہوار کی منظوری ہے۔ ہم حکام ضلع کو نمک ایسی ضروری چیز کی مستقد رکم مقدار کی منظوری پر نظر ثانی فرمانے کی استدعا کرتے ہیں کہ جلد سے جلد کافی مقدار میں نمک کی بہم رسانی کا انتظام کریں تاکہ قصبہ خاص کے علاوہ قرب و جوار کے دیہاتیوں کو بھی نمک میسّر آسکے۔ اور موجودہ پریشانی جلد رفع ہو۔

(۲) حضرت مولٰنا حافظ شاہ علی انور قلندرؒ کا فاتحہ سالانہ حسب اعلان ۲۱ محرم سنہ ۱۳۶۳ھ (پنجشنبہ ۲۰ جنوری سنہ ۴۴ء) بعد نماز مغرب تکیہ شریف کاظمیہ پر ہوا۔ تقسیم تبرک کے بعد حاضرین کو خوش ذائقہ چاء پلائی گئی باوجود کوشش کے منشی علی احمد اس مرتبہ پر کامیاب نہ ہو سکے کہ شعر و شاعری سے جاڑے کی گرمی کچھ دیر قائم رکھی جائے۔ نظام الاوقات جو گذشتہ اشاعت میں درج ہو چکا ہے اُس کے مطابق پورا عمل ہوا۔ یوم فاتحہ کو صبح سے قبل نماز مغرب تک قرآن خوانی ہوئی اور متعدد کلام مجید ختم ہوئے جن کا ثواب صاحب فاتحہ کو بخشا گیا۔ مریدین و معتقدین کے علاوہ مدرسہ نظامیہ کے طلبائے سابق و حال صبح کو شام تک تلاوت میں مصروف رہے ان طلبہ کو صاحب سجادہ کی جانب سے دوپہر کے وقت حسب دستور کھانا بھی کھلایا گیا۔ ۲۱ محرم شب کی اور ۲۲ تاریخ صبح کی دونوں محفلیں کامیاب بیان کی جاتی ہیں اور اہل ذوق حضرات کا محظوظ اور لطف اندوز ہونا سُنا گیا ہے۔ فاتحہ کے وقت مجمع نسبتاً کم تھا اور اس بار تھوڑے لوگ باہر سے شرکت فاتحہ کے لئے آئے تھے۔ (۳) حضرت حاجی شاہ امین الدینؒ کا سالانہ عرس ۲۲ محرم سنہ ۱۳۶۳ھ (جمعہ ۲۱ جنوری سنہ ۴۴ء) بعد نماز عصر مسجد واقع بارہ دری محلہ زیر نگرانی و انتظام مولوی روح الدین ہوا۔ حسب دستور پنج آیت اور فاتحہ خوانی کے بعد حاضرین کو بوندیاں تقسیم کی گئیں۔

اطلاع:- ایک چھڑی (بید) تقریباً ایک انچہ موٹی بادامی رنگ کی جس کی موٹھ اور دستہ میں چاندی لگی ہوئی ہے درگاہ گنج کے راستہ میں ایک صاحب کو پڑی ہوئی ملی ہے جسکو وہ ہمارے دفتر میں دے گئے ہیں اور خواہش کی ہے کہ بذریعہ اخبار اعلان کر دیا جائے۔ لہذا جن صاحب کی چھڑی ۲۶ و ۲۷ جنوری کی درمیانی شب میں بکھد عمرو سے گر گئی ہو وہ دفتر ہم سے آکر لے جا سکتے ہیں۔ "منیجر کاکوری اخبار"

سید توسل حسین نے اپنے یونائیٹڈ انڈیا پریس لکھنؤ میں چھاپا اور سید محمد شبیر الدین نے مولوی محلہ (الال اٹلی) کاکوری سے شائع کیا۔